طویلے کی بلا

ملک میں ہر چہار اکناف سے یہ تشویش ناک خبریں موصول ہو رہی تھیں کہ "بوزنیت" کی لہریں بڑھتی جا رہی ہیں شروع شروع میں تو سرکار نے اس طرف کوئی خاص توجہ نہ دی۔ مگر جب دیکھا کہ پانی سر سے گزرنے والا ہے تو وہ اپنی مشینری حرکت میں لائی۔

قارئین کو بتا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ "بوزنیت" کیا تھی اس کی تفصیل میں تو ہم جا نہیں سکتے کہ یہ ایک قصۂ طولانی ہے اجمالی طور پر اتنا کہنا کافی ہے کہ یہ تحریک بندروں نے شروع کی تھی۔ انسانوں کے خلاف۔

ان کا یہ کہنا تھا کہ جب یہ طے ہو چکا ہے کہ انسان ہماری اولاد ہیں۔ تو پھر ہم سے یہ بے رُخی کیوں برتتے ہیں۔ صرف بے رخی ہی نہیں۔ بلکہ ہمارے ساتھ نہایت ہی غیر بوزنانہ سلوک روا رکھتے ہیں۔ ہمارے گلے میں رسی باندھ کر ڈگڈگی بجا کر، گلی گلی، کوچے کوچے پھراتے نچاتے اور خود بھیک مانگتے پھرتے ہیں —— جیسے ہم انسان ہیں ——

ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم انسانوں کے ابّ وجد ہیں —— ان کی رگوں میں ہمارا خون دوڑ رہا ہے۔ مگر یہ کون کہتا ہے کہ یہ ارتقائی منازل طے کر کے انسان بن گئے ہیں —— اگر کوئی ارتقائی منازل نہیں تو ہم —— اتنے کروڑ بندر، آپ انہیں اقلیت کہہ لیجئے (حالانکہ اگر بندر شماری کی جائے تو ہماری تعداد انسانوں کے مقابلے میں یقیناً زیادہ نکلے گی) ان ارتقائی منازل سے کیوں نہ گزرے۔

یہ ارتقائی منازل —— بندروں کا کہنا تھا —— کیوں خاص بندروں تک محدود رہیں۔

اصل میں ارتقاء وغیرہ سب بکواس ہے۔ ان لوگوں نے کوئی ترقی نہیں کی بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ یہ تنزل کی طرف گئے ہیں۔ اس لئے کہ یہ اپنے مقام پر نہیں رہ سکے۔ جو مرتبہ ان کے لئے ودیعت تھا اس سے گر کر "بوزنیت" سے منحرف ہو کر، یہ ایسے گرے کہ انسان بن گئے۔

ان کا ارتقاء در اصل ان کی افتاد ہے —— ہم چاہتے ہیں کہ یہ افتادہ بندر، از سر نو اپنی اصلیت کی طرف لوٹ آئیں۔ اور یہ تحریک اس غرض سے شروع کی گئی ہے، ہمیں ان سے کوئی بغض نہیں کوئی دشمنی نہیں ہم انہیں اپنے گمراہ بھائی (یا بہنیں) سمجھتے ہیں۔ ہماری تحریک کا مقصد صرف یہ ہے کہ یہ بندر جو آج کل انسان بنے پھرتے ہیں اور ہماری غفلت کے باعث صاحبِ اقتدار ہو بیٹھے ہیں، اپنی اصلیت پہچانیں اور واپس ہمارے مجلسی واڑے میں چلے آئیں۔

تقریریں عام ہوتی تھیں، سربازار —— درونِ خانہ —— خفیہ میٹنگوں میں —— جن کا لبّ لباب یہ تھا کہ بندر نے انسان کا بہروپ بھر کر جو ظلم و تشدد اور جبر و قہر کا دور دورہ شروع کیا ہے اس کا پر امن احتجاج کیا جائے جگہ جگہ جلسے کئے جائیں۔ ہر کوچہ و بازار میں جلوس نکالے جائیں اور یہ نعرے بلند کئے جائیں

انسانیت، مردہ باد

بوزنیت، زندہ باد

شروع شروع میں تو انسانوں نے یہ سمجھا کہ یہ سب تماشا ہے۔ چنانچہ وہ محظوظ ہوتے رہے —— لیکن آہستہ آہستہ بندروں کی تقریریں، ان کا استدلال، ان کا نظریہ ان کے دل میں جگہ پکڑنے لگا چنانچہ جیسا کہ خفیہ پولیس کی اطلاعات سے سرکار کو پتہ چلا، کئی انسان، ان بندروں کے مرید ہوئے اور بعض مصدقہ اطلاع نے یہ بھی بتایا کہ متعدد انسان، اپنی انسانیت کھو کر بندر ہو گئے ہیں —— یعنی کہ ان کے دم اگ آئی ہے اور وہ چار پنجوں کے بل چلتے ہیں۔

اعلیٰ حکام نے سمجھا کہ یہ سب بکواس ہے بندر انسان بن سکتا ہے یہ تو ایک مانی ہوئی

حقیقت ہے۔ لیکن انسان، بندر کیسے بن سکتا ہے۔ ایسی ترقیِ معکوس، دید تھی نہ شنید۔ چنانچہ انہوں نے سرکار کے مشورے سے یہ پروپیگنڈہ بڑے زوروں سے شروع کر دیا کہ انسان کبھی بندر نہیں بن سکتا۔

ادھر بھی ___ یعنی بندروں میں بڑی بڑی قابل ہستیاں موجود تھیں۔ فوراً انہوں نے اس پروپیگنڈے کا جواب دیا کہ جب اس زمانے میں مرد عورت بن سکتا ہے یا عورت مرد بن سکتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ انسان بندر نہیں بن سکتا جو کہ اس کا اصل روپ ہے۔

بندروں پر انسانوں کے پروپیگنڈے کا کچھ اثر ہوا تھا۔ اور وہ انسان جو ابھی تک مکمل طور پر بندر نہیں ہوئے تھے۔ تذبذب کی حالت میں تھے کہ وہ بندر بن جائیں یا پھر انسان ہو جائیں۔ لیکن بندروں کے اس جواب نے ان کی متزلزل دماغی اور جسمانی کیفیت سنبھال لی۔

بندروں کے پروپیگنڈہ سیکرٹری نے بڑے زور وشور سے حملہ شروع کر دیا۔ اس کا سب سے مضبوط نکتہ یہ تھا کہ انسان ہم سے بنے ہیں ___ اور صرف گمراہی کے باعث ___ کیا انسانوں کے پاس اس کا کوئی جواب ہے کہ وہ ہماری بگڑی ہوئی شکل نہیں۔

سچ پوچھئے تو انسان کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ لیکن وہ برابر کہتے رہتے تھے۔ صرف انسانوں کو کر دیکھو ہم نے بڑی کوششوں بڑے مرحلوں کے بعد یہ رتبہ حاصل کیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم اصلاً بندر تھے۔ لیکن یہ صرف ہماری قوتِ ارادی تھی ہماری شب و روز کی کشمکش تھی۔ ہماری روحانی بیداری تھی ہمارا فکر و عمل تھا۔ ہماری ارتقائی جدوجہد تھی کہ ہم اس ارفع و اعلیٰ مقام پر پہنچ گئے ___ ایک دوڑ تھی جس میں ہم جیت گئے اور باقی ہار گئے ___ جو ہارے ہوئے ہیں وہ ابھی تک بندر کے بندر ہیں ___ جب یہ ہمیں اونچے مقام پر دیکھتے ہیں۔ تو جلتے ہیں ___ انہیں جلنے دو ہم مشعلِ ارتقاء ہاتھ میں تھامے آگے بڑھتے جائیں گے ___ اور بہت ممکن ہے خدا بن جائیں۔

بندر کہتے تھے ___ برادران! وہ کون سی منزل ہے جس پر آپ پہنچے ہیں۔ ہم تو کہتے ہیں کہ آپ تنزل کی گہرائیوں میں اتر رہے ہیں ___ ارتقاء کا مسئلہ اپنی جگہ درست ہے ہم اس سے منحرف نہیں لیکن یہ تو بتایئے اتنی منازل طے کرنے اور اتنی صدیاں معاشرے پر معاشرے بنانے کے بعد آپ کا کیا حال ہے ___ آپ کی ساری تاریخ جنگ و جدال، کشت و خون، آبروریزی و عصمت دری، حکمرانیوں اور محکومیوں سے بھری پڑی ہے۔

آپ ہماری ___ یعنی اپنے آباؤ اجداد کی تاریخ پر نظر ڈالئے ___ کیا آپ کو ایسی کوئی تاریک مثال ڈھونڈے سے بھی مل سکتی ہے ___ ہم ایک شاخ سے دوسری شاخ پر کودتے ہیں۔ مگر اس شاخ پر اپنی ملکیت کے لئے ہم کبھی نہیں لڑے ___ تم لوگ ___ یعنی انسان، اپنی کتابوں میں ہماری کہانیاں لکھتے رہے ہو۔ جن میں سے ایک بہت مشہور ہے کہ ہم نے ایک دوسرے کی دُم پکڑ پکڑ کر دریا پر پُل باندھ دیا تھا۔ تم پُل باندھتے ہو ___ بڑے بڑے پُل باندھتے ہو کہ تم انسانوں کی عقل ششدر رہ جاتی ہے لیکن یہ پُل تم خود ہی اڑا دیتے ہو ___ ہمارا باندھا ہوا پُل کون اڑا سکتا ہے؟ ___ ہم میں سے کسی کی دم آج تک غدار نہیں ہوئی ___ ہم میں سے کسی کی بیوی آج تک کسی دوسرے بندر سے ہم آغوش نہیں ہوئی ___ ہماری بیویاں ہماری جوئیں نکالتی ہیں۔ ہر روز ہمارے بالوں میں کنگھی کرتی ہیں ___ لیکن اس کے باوجود ان کے حقوق ویسے ہی ہیں جیسے ہمارے ہیں۔ تمہاری بیویاں جو جھک مارتی ہیں تم ان سے غافل نہیں ہو ___ اور جو تم جھک مارتے ہو ان سے تمہاری بیویاں بھی غافل نہیں ___ جن معنوں میں تم ہمیں بندر کہتے ہو، اصل میں تم بندر ہو ___ اور جن معنوں میں تم خود کو انسان کہتے ہو۔ اصل میں وہ ہم ہیں ___ اور بات اور اصل ظرف یہ ہے کہ تم ہماری نسل میں سے ہو ___ اور جب خون ایک ہو تو کسی نہ کسی جگہ مطابقت آ ہی جاتی ہے اور شاید جو چپقلش ہے وہ بھی اسی وجہ سے ہے ___ آؤ ہم تمہیں واپس اپنی آغوش میں بلاتے ہیں ___ انسانیت کو مردہ باد کہہ کر بوزنیت زندہ باد کہتے ہوئے ہمارے پاس لوٹ آؤ۔ تم ہی خوش رہو گے۔

ادھر سے یہ کہا جاتا۔ بوزنوں نے بکواس کی ہے۔ وہ ہماری رفعت پر خار کھاتے ہیں۔
ایک کہانی ہم نے جوان کے متعلق جانے کس تاثر کے ماتحت اور وہ بھی صرف بچوں کے لئے تصنیف کر دی تھی مستند نہیں سمجھی جا سکتی۔

ورنہ بندر کے انصاف کا قصہ کون نہیں جانتا جس نے دو بلیوں کی شکایت کا تصفیہ یوں

کیا تھا۔ کہ اپنی میزان عدل میں پنیر کا متنازعہ فیہ ٹکڑا۔ تول تول کو خود کھا گیا تھا۔

اس کا جواب بندروں نے یہ دیا کہ میزان اور بڑے انسانوں کی ایجاد ہیں ہم تو ان کا استعمال ہی نہیں جانتے اصل میں وہ بندر جس نے بلیوں کو دھوکا دیا تھا خود انسان تھا ___ اور کیا اس میں کوئی شک ہے کہ وہ بلیوں کو دھوکا نہیں دیتا ___ ہم ایسی ہزار ہا بلیاں پیش کر سکتے ہیں جن کو یہ انسان جو کبھی ہمارے بھائی تھے چھچھڑوں اور دودھ کے بدلے دال اور گوبھی پر پال رہے ہیں اپنی فطرت مسخ کر کے یہ دوسروں کی فطرت وجبلت فنا کرنے پر تلے ہوئے ہیں ہمارے عدل کا مذاق اڑانے والے اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں تو انہیں اپنی بنائی ہوئی عدالتیں نظر آ سکتی ہیں بڑی بڑی عدالتیں جہاں ہر روز انصاف کا خون ہوتا ہے جہاں ہر روز سینکڑوں بلکہ ہزاروں بے گناہ یہ خود پھانسی کے پھندے میں دیتے ہیں۔ لیکن ہم پھر کہتے ہیں کہ یہ ہمارے بھائی ہیں ___ جو گمراہ ہو گئے ہیں ___ ہماری آغوش ان کے واسطے ہر وقت کھلی ہے ___ ہماری دعائیں ہر وقت ان کے ساتھ ہیں ہم ان سے کوئی بدلہ نہیں لینا چاہتے۔

لیکن آہستہ آہستہ یہ آواز تبدیل ہوتی گئی اور بندروں کے کیمپ سے یہ صدا آنے لگی کہ ہم انتقام لینا چاہتے ہیں ___ اس ارتقاء سے ___ اس نام نہاد ارتقاء سے جو بزعم خود ان بندروں نے خود پر طاری کیا اور انسان بن گئے۔

ادھر انسانوں کی طرف سے بھی سخت اقدام عمل میں آئے۔ ہزاروں بندر گرفتار کئے گئے سینکڑوں پر مقدمے چلے اور پھانسی پر لٹکائے گئے لیکن بوزنیت کی تحریک ویسی کی ویسی مضبوط رہی آخر انسانیت کی سرکار نے بوزنیت کو خلافِ قانون قرار دے دیا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ جتنے بوزنے تھے۔ ان میں سے کچھ تو گرفتار ہوئے۔ لیکن اکثر بالائے شجر چلے گئے اب ان کو پکڑنا بہت مشکل تھا۔ کون جنگلوں میں ان کے پیچھے دوڑتا پھرے۔ بعض کے متعلق یہ بھی سننے میں آیا کہ وہ بڑے بڑے اعلیٰ حکام کی کوٹھیوں کے درختوں پر بسیرا کرتے تھے اور انہیں ہر قسم کی سہولتیں وہاں میسر تھیں کیونکہ در پردہ یہ بھی "بوزنیت" کے حامی تھے مگر خائف تھے کہ ان کے عہدے اور ان کی مسندیں ان سے چھن جائیں گی۔

یہ سلسلہ دیر تک جاری رہا گرفتاریاں ہوتی رہیں۔ چوکوں میں ٹکٹکیاں نصب ہوئیں۔

دُرّے لگائے گئے کھالیں کھینچی گئیں۔ پیٹ کے بل چلایا گیا۔ کئی ایکٹ اور کئی آرڈیننس نافذ ہوئے مگر یہ بندر کے بچے باز نہ آئے۔ اپنی ہٹ پر قائم رہے۔

ان کی طرف سے کبھی کبھار ایجی ٹیشن ہوتی تھی۔ بعض اوقات وہ اکٹھے ہو کر انسانوں پر یلغار بھی بول دیتے تھے بجلی کے تار اپنے تیز تیز دانتوں سے کاٹ دیتے تھے روٹیاں چھین کر لے جاتے تھے ڈنڈیاں توڑ پھوڑ دیتے تھے رسیاں تڑا کر بھاگ نکلتے تھے۔

اندرونی طور پر کئی انسانوں کو حلقہ بگوش بوزنیت کرتے تھے۔ دیسی بم چلاتے تھے۔ دہشت زدگی کرتے تھے اور اکثر اپنی جان پر کھیل جاتے تھے۔

ان کی جماعت توڑ دی گئی تھی لیکن وہ منتشر ہونے کے باوجود منظم تھے۔ سرکار کا سر چکرا گیا تھا کیا کرے کیا نہ کرے۔

اور جب ایسی صورت پیدا ہو جائے تو ظاہر ہے کہ انسان قریب قریب مجنوں ہو جاتا ہے میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ میں بھی انسانوں کی فہرست میں داخل ہوں لیکن عجیب بات ہے اور خدا لگتی کہ بندر جیسے تھے ویسے ہی رہے یعنی بندر۔

ان کی حرکات ویسی ہی تھیں۔ کھلنڈرانہ۔ اس کے ہاتھ سے چھینا اور یہ جا وہ جا۔ اس کے ہاتھ سے بندوق لی۔ اور لفٹ رائٹ کرتے چلتے بنے۔ اب ان پر لاٹھی چارج کیجئے۔ آنسو بہانے والی گیس پھینکئے۔ مجال ہے جو ان پر کوئی اثر ہو۔ وہ تو جیسے سیماب پا تھے۔ آپ نشانہ تانتے ہیں۔ بندوق داغتے ہیں۔ مگر وہ اچک کر آپ کے کاندھے پر بیٹھے ہیں۔ اور قہقہے لگا رہے ہیں اشک آور گیس چھوڑتے ہیں۔ مگر وہ پھدک کر اس کا رخ آپ کی طرف کر دیتے ہیں۔

سرکار کا ناک میں دم آ گیا تھا خفیہ پولیس کی رپورٹ تھی کہ بندروں کی اس تحریک یا سازش یا اس کا جو کچھ بھی نام ہو۔ ان کی اپنی چلائی ہوئی ہرگز نہیں ہو سکتی۔ اس کے عقب میں وہ بڑے بڑے انسان کام کر رہے ہیں۔ جو تفریح کے طور پر "بوزنیت" کے حامی ہو گئے ہیں اور مزید تفتیش پر یہ بات پایہ تصدیق کو پہنچ چکی تھی۔

یہ چیز سرکار کے لئے اور بھی زیادہ باعث تشویش تھی۔ بعض حکام کو تو یہ خدشہ لاحق ہو گیا تھا۔ کہ ایسا نہ ہو وہ خود بھی اسی بوزنائی جال میں پھنس جائیں۔ اور اپنی تمام ارتقائی منازل

طے کر کے واپس اسی حیوانیت میں چلے جائیں جس سے ان کے آباؤ اجداد نے بصد مشکل چھٹکارا حاصل کیا تھا۔

سرکار کے لاکھوں حیلوں کے باوجود بندروں کی تحریک دبی نہیں تھی۔ شہروں میں جگہ جگہ دن اور رات میں کئی مرتبہ کسی کوٹھے یا ممٹی پر کوئی بندر نمودار ہو جاتا تھا اور منہ کے ساتھ بھنپو لگا کر نعرے لگانے شروع کر دیتا تھا۔

"انسانیت مردہ باد، ڈگڈگی مردہ باد، بوزنیت زندہ باد"

ایک دن تو حد ہو گئی کہ خود سرکار عالیہ کے ڈرائنگ روم میں ایک من چلا بندر گھس گیا اور سگاروں کا ڈبہ کھول کر اس میں سے ایک سگار نکال کر پینے لگا۔ اب سرکار اعلیٰ بھنّا رہے ہیں۔ لیکن بندر ہنس ہنس کر جھیک رہا ہے وہ اسے ڈراتے ہیں۔ دھمکاتے ہیں۔ لیکن وہ بوزنا ایسا ہے کہ ان کو خاطر ہی میں نہیں لاتا کبھی اچک کر اس صوفے پر بیٹھتا ہے۔ اور کبھی اس کرسی پر اور حرکات اس کی بعینہ اسی طرح کی تھیں جس طرح سرکار عالیہ کو محسوس ہوتا تھا کہ وہ آئینے میں اپنی شکل دیکھ رہے ہیں۔ وہ اتنی بھنّائیں اتنی بھنّائیں، اندر ہی اندر غصے اور بے بسی کے باعث انہوں نے اتنے پیچ و تاب کھائے کر آخر رو پڑیں۔

یہ تمام باتیں ہمیں خاص ذرائع سے موصول ہوئی تھیں۔ ورنہ دوسرے دن اخباروں میں یہ اعلان کیا گیا تھا کہ ایک گستاخ بندر نے سرکار عالیہ کے محل میں گھسنے کی کوشش کی مگر پہرہ داروں نے اسے وہیں ڈھیر کر دیا اس واقعہ کے بعد متعلقہ سرکاری محکموں کو کڑی ہدایت ہوئی تھی کہ وہ فوراً بندروں کے فتنے کی سرکوبی کریں اور جو ذرائع بھی استعمال کرنا چاہیں انہیں اس کی اجازت ہے۔

خفیہ پولیس کے ناظم اعلیٰ کو بندروں کی اتنی فکر نہیں تھی اس نے جب اپنے ماتحت افسروں کو بلایا تو ان سے کہا "میں ان کی بھبکیوں اور گھرکیوں سے نہیں ڈرتا۔ میں ڈرتا ہوں ان انسانوں سے جو بوزنیت اختیار کر چکے ہیں۔ میں ایک دقیقہ رس آدمی ہوں۔ میں سوچتا ہوں اگر بندر سے انسان بن کر ہم اتنی قیامتیں ڈھا سکتے ہیں۔ اس قدر فتنے برپا کر سکتے ہیں۔ تو واپس بندر بن کر ہم خدا معلوم کیا کچھ کر سکتے ہیں۔ ترقی خواہ وہ معکوس ہی کیوں نہ ہو ہر لحاظ سے خطرناک ہوتی ہے اس لئے میں تم سے یہی کہوں گا کہ ان "انسانوں کا کھوج لگاؤ جو حلقہ بگوش بوزنیت ہو چکے ہیں ان کو اگر تم نے پکڑ لیا تو سمجھو کہ بوزنیت کا خاتمہ ہے"۔

اب خفیہ اور غیر خفیہ پولیس کی تمام کوششیں نو بوزنوں کو گرفتار کرنے پر مرکوز ہو گئیں۔ جو جرأت، ذہانت اور شرارت کا سرچشمہ تھے۔

اس ضمن میں کئی بندر پکڑے گئے۔ قلعے کی چار دیواری میں ان پر تھرڈ ڈگری آزمائی گئی کہ وہ نو بوزنوں کا اتا پتا دیں۔ مگر انہوں نے ایک لفظ اپنے منہ سے نہ نکالا۔ اور کڑی سے کڑی اذیت خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرتے رہے۔ ان کی بندریوں کی آبروریزی ان کی آنکھوں کے سامنے کی گئی۔ مگر وہ پھر بھی باز نہ آئے۔ آخر تنگ آ کر ان کو گولی سے اڑا دیا گیا۔ اور ان کی لاشیں مٹی کا تیل چھڑک کر جلا دی گئیں۔

دوسرے روز ہر شہر میں جگہ جگہ سائیکلو اسٹائل پر چھپے ہوئے اشتہار چسپاں تھے جس میں انسانوں کو ان کے اس تشدد سے آگاہ کیا تھا نہایت ہی مؤثر الفاظ میں اور اپیل کی گئی تھی کہ جس انسان کا دل چاہے وہ انسانیت چھوڑ کر ہمارے حلقے میں چلا آئے کہ وہی اس کا اصل مقام ہے۔

یہ اشتہار فوراً ہی اتار لئے گئے مگر ہزاروں انسانوں کی نظر سے گزر چکے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں سے سینکڑوں بوزنیت کے حلقے میں شامل ہو گئے۔

سرکار کی کوئی تدبیر کارگر نہیں جاتی تھی۔ سارے چڑیا گھر (جس کو جیل بنا دیا گیا تھا) بندروں سے پر تھے۔ گرفتاریوں کے اعداد و شمار لئے گئے تو معلوم ہوا کہ تیس ہزار بندر سلاخوں کے پیچھے ہیں اور بڑے خوش ہیں۔

اگر سرکار ان سے غافل ہوتی تھی تو اندیشہ تھا کہ انقلاب برپا ہو جائے گا اور اگر وہ اپنی گرفت مضبوط کرتی تھی اور ظلم تشدد پر اترتی تھی۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ خود انسانوں میں اس کے خلاف نفرت و حقارت کے جذبات بیدار ہو جاتے تھے — اس لئے کہ خون تو آخر ایک ہی تھا۔

آخر سرکار نے یہ سوچا کہ سر جوڑ کر کوئی ایسی ترکیب کوئی ایسا حیلہ سوچنا چاہئے۔ کہ بوزنوں کی جماعت سے پابندی اٹھا لی جائے اور کانفرنس منعقد کی جائے جن میں ان کے

لیڈروں کو دعوت دی جائے کہ وہ اپنا نقطہ نظر سمجھائیں۔ تاکہ مصالحت کا کوئی قدم اٹھ سکے۔

چچا سام کے نام آٹھواں خط

چچا جان تسلیم و نیاز!

امید ہے کہ میرا ساتواں خط آپ کو مل گیا ہوگا۔ اس کے جواب کا مجھے انتظار ہے کیا آپ نے روسی ثقافتی وفد کے توڑ میں کوئی ایسا ہی ثقافتی اور خیر سگالی وفد یہاں پاکستان میں بھیجنے کا ارادہ کر لیا؟۔۔۔ مجھے اس سے ضرور مطلع فرمائے گا تاکہ اس طرف سے مجھے اطمینان ہو جائے اور میں یہاں کے کیمنسٹوں کو جو ابھی تک روسی وفد کی شاندار کامیابی پر بغلیں بجا رہے ہیں۔ یہ خبر سنا کر برفادوں کہ میرے چچا جان اس سے بھی کہیں بڑھ کر ایسا وفد بھیج رہے ہیں جس میں ملین ڈالر ٹانگوں اور ملین ڈالر جوبنوں والی لڑکیاں شامل ہوں گی۔ جن کی ایک جھلک دیکھ کر ہی ان کی رال ٹپکنے لگے گی۔

آپ کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ ہمارے صوبے کے وزیر اعظم جناب ملک فیروز خان نون صاحب میدانِ عمل میں کود پڑے ہیں آپ نے پچھلے دنوں زیرِ لب صرف اتنا کہا تھا کہ ہمیں کیمونسٹوں کی ریشہ دوانیاں دبانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ مبارک ہو کہ دابنے دبانے کا یہ کام شروع ہو چکا ہے۔ بسم اللہ کیمونسٹوں کے دفتر پر پولیس کے چھاپے سے ہوئی ہے اور میں یہ خط اسی خوشی میں لکھ رہا ہوں۔

ہمارے اخبار کہتے ہیں کہ بہت جلد "سرخوں" کی گرفتاریوں کی بھرمار شروع ہو جائیگی محکمہ پولیس نے گرفتار کئے جانے والوں کی فہرست تیار کر لی ہے اللہ نے چاہا تو بہت جلد یہ فتنہ